قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابوسعید

Online Edition

سوموار 12/اکتوبر 2020ء | 23 صفر 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:241

فرمانِ رسول ﷺ

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ، عَنۡ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ''مَنۡ أَطَاعَنِي فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنۡ عَصَانِي فَقَدۡ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنۡ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدۡ أَطَاعَنِي، وَمَنۡ عَصَى أَمِيرِي فَقَدۡ عَصَانِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وُجُوبِ طَاعَةِ الۡأُمَرَاءِ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

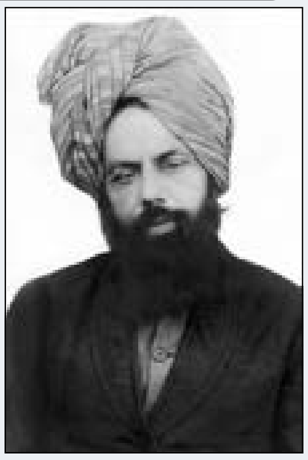

''قرآن شریف میں جو یہ آیت آئی ہے اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ (الغاشیۃ:18) یہ آیت نبوّت اور امامت کے مسئلہ کو حل کرنے کے واسطے بڑی معاون ہے۔ اونٹ کے عربی زبان میں ہزار کے قریب نام ہیں اور پھر ان ناموں میں سے اِبل کے لفظ کو جو لیا گیا ہے اس میں کیا سرّ ہے؟ کیوں اِلَی الۡجَمَل بھی تو ہوسکتا تھا۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جَمَل ایک اونٹ کو کہتے ہیں اور اِبل اسم جمع ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کو چونکہ تمدّنی اور اجمالی حالت کا دکھانا مقصود تھا اور جَمَل میں جو ایک اونٹ پر بولا جاتا ہے یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا تھا اسی لئے اِبل کے لفظ کو پسند فرمایا۔ اونٹوں میں ایک دوسرے کی پیروی اور اطاعت کی قوّت ہے۔ دیکھو اونٹوں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور وہ کس طرح پر اس اونٹ کے پیچھے ایک خاص انداز اور رفتار سے چلتے ہیں اور وہ اونٹ جو سب سے پہلے بطور امام اور پیشرو کے ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جو بڑا تجربہ کار اور راستہ سے واقف ہو۔ پھر سب اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے برابر رفتار سے چلتے ہیں اور ان میں سے کسی کے دل میں برابر چلنے کی ہوس پیدا نہیں ہوتی جو دوسرے جانوروں میں ہے۔ جیسے گھوڑے وغیرہ میں۔ گویا اونٹ کی سرشت میں اِتّباعِ امام کا مسئلہ ایک مانا ہوا مسئلہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کہہ کر اس مجموعی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جبکہ اونٹ ایک قطار میں جارہے ہوں۔ اسی طرح پر ضروری ہے کہ تمدّنی اور اتحادی حالت کو قائم رکھنے کے واسطے ایک امام ہو۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ قطار سفر کے وقت ہوتی ہے۔ پس دنیا کے سفر کو قطع کرنے کے واسطے جب تک ایک امام نہ ہو انسان بھٹک بھٹک کر ہلاک ہو جاوے۔ پھر اونٹ زیادہ بارکش اور زیادہ چلنے والا ہے۔ اس سے صبر و برداشت کا سبق ملتا ہے۔ پھر اونٹ کا خاصہ ہے کہ وہ لمبے سفروں میں کئی کئی دنوں کا پانی جمع رکھتا ہے۔ غافل نہیں ہوتا۔ پس مومن کو بھی ہر وقت اپنے سفر کے لئے تیار اور محتاط رہنا چاہئے اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ اُنۡظُرۡ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھنا بچوں کی طرح نہیں ہے بلکہ اس سے اتباع کا سبق ملتا ہے کہ جس طرح پر اونٹ میں تمدّنی اور اتّحادی حالت کو دکھایا گیا ہے اور ان میں اتباعِ امام کی قوت ہے۔ اسی طرح پر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتباعِ امام کو اپنا شعار بناوے۔ کیونکہ اونٹ جو اس کے خادم ہیں ان میں بھی یہ مادہ موجود ہے۔ کَیۡفَ خُلِقَتۡ میں ان فوائد جامع کی طرف اشارہ ہے جو اِبل کی مجموعی حالت سے پہنچتے ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 393-394 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ارشادِ باری تعالیٰ

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ۔ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ۔ وَاِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ۔ وَاِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ

(الغاشیۃ: 18-21)

ترجمہ:۔ وہ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کئے گئے؟ اور آسمان کی طرف کہ اُسے کیسے رفعت دی گئی؟ اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے مضبوطی سے گاڑے گئے؟ اور زمین کی طرف کہ وہ کیسے ہموار کی گئی؟

فرمانِ خلیفۂ وقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت امیر کے بارے میں اور بھی بہت سے ارشادات ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی متعدد جگہ اطاعت اور فرمانبرداری کے حکم دیئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہی ایک راز ہے جو جماعتی ترقی کے لئے جاننا ضروری ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جاننا ضروری ہے جو جماعت سے منسلک ہے۔ پس اس بات کو سمجھے کی افراد جماعت کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔ خاص طور پر آجکل کے دور میں جبکہ آزادی کے نام پر ان غلط خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ کیوں ہم پابندیاں کریں؟ کیوں ہمارے پر پابندیاں عائد ہوتی ہیں؟ کیوں ہمیں بعض معاملات میں آزادی نہیں؟ ایک احمدی مسلمان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے ہر جائز آزادی اپنے ماننے والوں کو دی ہے۔ اور جتنی آزادیاں اسلام میں ہیں شاید ہی کسی دوسرے مذہب میں ہوں بلکہ اس کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ لیکن بعض حدود جو قائم کی ہیں وہ انسان کے اپنے اخلاق کی درستی کے لئے، روحانی ترقی کے لئے اور جماعتی یکجہتی کے لئے اور جماعتی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہیں اور ان کے اندر رہنا ضروری ہے۔

یہاں میں عہدیداروں کو بھی کہوں گا کہ اگر جماعتی ترقی میں مدو معاون بنانا ہے اور عہدے صرف بڑائی کی خاطر نہیں لئے گئے۔ اپنے اظہار کی خاطر نہیں لئے گئے۔ اپنی انا کی تسکین کی خاطر نہیں لئے گئے تو اطاعت کے مضمون کو سمجھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہر سطح کے عہدیداروں کو ہے۔ اگر عہدیدار اس مضمون کو سمجھ جائیں تو افراد جماعت خود بخود اس کی طرف توجہ کریں گے۔ اور ہر سطح پر اطاعت کے نمونے ہمیں نظر آئیں گے۔ ہمیں اونٹوں کی قطار کی پیروی کرتے ہوئے سب نظر آئیں گے۔ ایک رخ پر چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ امام کے قدم سے قدم ملاتے ہوئے چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ پس امیر بھی، صدر بھی اور دوسرے عہدیدار بھی پہلے اپنے جائزے لیں کہ

بقیہ صفحہ 2 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- جوشِ صداقت (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس (ایدہ اللہ)
- خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس (ایدہ اللہ)

دربارِ خلافت

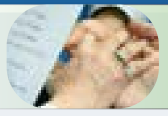

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

مسلمان کون ہے؟ مَیں اس کی کسی لمبی علمی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا لیکن یہ واضح ہو کہ کامل فرمانبردار اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام حکموں پر عمل کرنے والے اور قرآن کریم کی پیروی کرنے والے اگر کوئی ہیں، مسلمان کی تعریف میں آتے ہیں تو وہ احمدی ہیں۔ دو احادیث بھی اس بارہ میں پیش کر دیتا ہوں جس سے مسلمان کی وہ تعریف واضح ہوجاتی ہے جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمائی ہے اور یہی حقیقی تعریف ہے، نہ کہ ان علماء کی تعریف جو کو کا کولا کے پیٹنٹ (Patent) نام کو اسلام کے نام کے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ جہالت کی انتہا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے۔ ابی مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَکَفَرَ بِمَا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَرُمَ مَالُہٗ وَدَمُہٗ وَحِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔

(مسلم کتاب الایمان۔ باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الٰہ الّا اللہ حدیث ۳۸)

کہ مَیں نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور انکار کیا ان کا جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو اس کے جان و مال قابل احترام ہو جاتے ہیں۔ (ان کو قانونی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے)۔ باقی اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ وہی جانتا ہے کہ اس کی نیت کیا ہے اور وہ اس کی نیت کے مطابق اسے بدلہ دے گا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کے بعد، وہ بندوں کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے۔

پھر ایک دوسری حدیث میں آتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَذِمَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ حدیث نمبر ۳۹۱)

حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور اس میں ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے، ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لی ہے۔ پس اللہ کی ذمہ داری کی بے حرمتی نہ کرو۔ اسے بے اثر نہ بناؤ اور اس کا وقار نہ گراؤ۔

پس علماء جو یہ کہتے ہیں اُن سے میری درخواست ہے کہ اپنے اسلام کو پیٹنٹ (Patent) نہ کروائیں۔ ایسا اسلام پیش نہ کریں جو اللہ اور اس کے رسول کی تعریف کے مخالف ہے۔ اسلام وہی ہے جس کی تعریف آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمائی ہے۔ ہمیں تو اِس تعریف کے تحت آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسلمان قرار دے دیا ہے اور اس کے بعد نہ ہمیں کسی مولوی کے سرٹیفیکیٹ کی ضرورت ہے اور نہ کسی پارلیمنٹ کے سرٹیفیکیٹ کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ 11/ ستمبر 2009ء) (الفضل انٹرنیشنل جلد 16 شمارہ 40 مورخہ 2 اکتوبر تا 8 اکتوبر 2009ء صفحہ 5 تا صفحہ 8)

جوشِ صداقت

کیوں نہیں لوگو تمھیں حق کا خیال
دِل میں آتا ہے مِرے سَو سَو اُبال
آنکھ تر ہے دِل میں میرے درد ہے
کیوں دِلوں پر اِس قدر یہ گرد ہے
دِل ہوا جاتا ہے ہردم بے قرار
کِس بیاباں میں نکالوں یہ غبار
ہوگئے ہم درد سے زیر و زبر
مَر گئے ہم پر نہیں تم کو خبر
آسماں پر غافلو اِک جوش ہے
کچھ تو دیکھو گر تمھیں کچھ ہوش ہے
ہوگیا دیں کفر کے حملوں سے چُور
چُپ رہے کب تک خداوندِ غیور
اِس صدی کا بیسواں اب سال ہے
شرک و بدعت سے جہاں پامال ہے
بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے
افترا کی کب تلک بنیاد ہے
وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اِک جہاں کو لارہا ہے میرے پاس
لعنتی ہوتا ہے مَردِ مُفتری
لعنتی کو کب ملے یہ سروری

(اعجاز احمدی صفحہ 32 مطبوعہ 1902ء)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

کیا ان کی اطاعت کے معیار ایسے ہیں کہ ہر حکم جو خلیفہ وقت کی طرف سے آتا ہے اس کی بلا چون و چرا تعمیل کرتے ہیں یا اس میں تاویلیں نکالنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ اگر تاویلیں نکالتے ہیں تو یہ اطاعت نہیں۔ روایات میں ایک واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا آتا ہے۔ جب گلی میں چلتے ہوئے آپ کے ایک صحابی عبداللہ بن مسعود نے 'بیٹھ جاؤ' کی آواز سنی اور بیٹھ گئے۔ آواز سن کر یہ نہیں کہا کہ یہ حکم تو اندر مسجد والوں کے لئے ہے بلکہ آواز سنی اور بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے مشکل سے قدم قدم مسجد کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھا کہ یہ آپ کو کیا ہوا ہے جو اس طرح گھسٹ رہے ہیں۔ آپ نے یہی جواب دیا کہ اندر سے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ یہ حکم تو اندر والوں کے لئے تھا۔ آپ نے جواب دیا مجھے اس سے غرض نہیں کہ یہ اندر والوں کے لئے ہے یا باہر والوں کے لئے یا سب کے لئے۔ میرے کان میں اللہ کے رسول کی آواز پڑی اور میں نے اطاعت کی۔ پس یہی میرا مقصد ہے۔ (ماخوذ از سنن ابی داؤد کتاب الجمعۃ باب الامام یکلم الرجل فی خطبتہ حدیث 1091)

پس یہ معیار ہیں اطاعت کے جو ہمیں حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جون 2014ء)

☆...☆...☆

آج کی دعا

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (الاحقاف:۱۶)

ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

یہ قرآن مجید کی خدا تعالیٰ کے انعاموں کا شکریہ ادا کرنے اور اصلاحِ اولاد کی بہت پیاری دعا ہے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''دعائیں بھی مسلسل کرتے رہیں اپنے لئے، اپنے بیوی بچوں کے لئے۔ اس لئے اپنی نمازوں میں بھی اپنی بیوی بچوں کے لئے بہت دعائیں کریں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ کہ میری بیوی بچوں کی اصلاح فرما اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ غرض ان کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو ان کی اصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہئے اور ان کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 456,457۔ 2 مارچ 1908ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے بیوی بچوں کی طرف سے ہمارے لئے تسکین کے سامان پیدا فرمائے اور آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔''

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 464)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 09/ اکتوبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے فلسطین کے شہروں کو فتح کرتے ہوئے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو حضرت ابو عبیدہؓ کا لشکر بھی اُن سے آن ملا

آپؓ نے 58 برس کی عمر میں 18 ہجری میں وفات پائی

تین مرحومین پروفیسر ڈاکٹر نعیم الدین خٹک صاحب (شہید) ابن فضل الدین خٹک صاحب ضلع پشاور، عزیزم اسامہ صادق ابن محمد صادق صاحب طالب علم جامعہ احمدیہ جرمنی اور مکرم سلیم احمد ملک صاحب استاد جامعہ احمدیہ یوکے کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

عشرہ مبشرہ میں شامل آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 09/ اکتوبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم رانا عطاء الرحیم صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ،تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت ابوعبیدہؓ کا ذکر ہو رہا تھا آج اس کا بقیہ حصّہ بیان ہوگا۔شام میں سب سے بڑا معرکہ 15 ہجری میں دریائے یرموک کے کنارے پیش آیا۔ اس جنگ میں رومیوں کی تعداد ڈھائی لاکھ جبکہ مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی جن میں سے ایک ہزار صحابہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ایک سَو کے قریب بدری صحابہ تھے۔مسلمانوں نے حکمتِ عملی کے تحت عارضی طور پر حمص کے علاقوں سے اپنی فوجوں کو واپس بُلایا اور وہاں کی عیسائی آبادی سے وصول شدہ لاکھوں کا ٹیکس واپس کر دیا۔مسلمانوں کی انصاف پسندی کا اُن عیسائیوں پر بہت اثر ہوا۔ دوسری طرف مسلمانوں کے حمص سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے رومیوں کی ہمّت اور بھی بڑھ گئی۔ جنگ سے پیشتر رومیوں کے سپہ سالار باہان نے جارج نامی ایک قاصد کو مسلمانوں کی طرف بھجوایا جس نے حضرت ابوعبیدہؓ سے چند سوالات کیے۔اس کے استفسار پر جب حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عیسیٰؑ سے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ بیان کیا تو وہ قاصد پُکار اٹھا کہ مسیح کے یہی اوصاف ہیں اور یوں وہ مسلمان ہوگیا۔حضرت ابوعبیدہؓ نے اوّلاً عیسائی لشکر کو دعوتِ اسلام دی اور ان کے انکار پر جنگ کی تیاری شروع کی گئی۔لشکرِ اسلام میں مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کی دیکھ بھال کے لیے مسلمان خواتین بھی شامل تھیں۔ جنگ سے پیشتر حضرت ابوعبیدہؓ نے عورتوں اور مردوں کو نصائح فرمائیں۔ دشمن کے لشکر کے آگے سونے کی صلیب تھی۔ اسی طرح ان کے اسلحے کی چمک سے آنکھیں چندھیائی جاتی تھیں۔ رومی لشکر سر سے پاؤں تک لوہے کی زرہوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ عیسائی پادری انجیل کے اقتباسات پڑھ کر لشکر کو جوش دلاتے تھے۔ اُنہوں نے پہلے ہی پتہ لگالیا تھا کہ مسلمانوں کے لشکر میں کون کون صحابی ہیں چنانچہ رومی تیر انداز ایک ٹیلے پر سے صحابہ کو نشانہ بناتے تھے۔ ایسے میں عکرمہؓ نے ابوعبیدہؓ سے عرض کی کہ صحابہ کی بجائے چارسَو نَوجوان سپاہیوں کو موقع دیا جائے کہ وہ لشکر کے قلب میں حملہ آور ہوں۔حضرت ابوعبیدہؓ نے اس تجویز پر تشویش کا اظہار فرمایا کہ اس طرح جتنے نَوجوان جائیں گے وہ سب مارے جائیں گے۔تاہم عکرمہؓ کے بار بار اصرار پر حضرت ابوعبیدہؓ نے اجازت دے دی جس پر نَوجوان مجاہدین نے اس زور کا حملہ کیا کہ رومی فوج پسپا ہوگئی۔ اس لڑائی میں اکثر نَوجوان شہید ہوئے۔ جنگِ یرموک میں تقریباً تین ہزار مسلمان شہید ہوئے جبکہ اسّی ہزار کفّار دریائے یرموک میں ڈوب کر مر گئے۔ اسی طرح ایک لاکھ سپاہیوں کو مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں ہلاک کیا۔

جنگِ یرموک میں مسلمانوں کے ایثار کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ جنگ کے اختتام پر حضرت عکرمہؓ اور اُن کے بارہ ساتھیوں کو تلاش کیا گیا۔ ایک مسلمان سپاہی نے عکرمہؓ کو دیکھا کہ اُن کی حالت بہت خراب ہے تو انہیں پانی پیش کیا۔ آپؓ نے پاس ہی موجود حضرت فضل بن عباسؓ کو دیکھا اور فرمایا کہ میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس وقت مدد کی جب مَیں آپؐ کا شدید مخالف تھا وہ اور ان کی اولاد تو پیاس سے مرجائے اور مَیں پانی پی کر زندہ رہوں۔ وہ مسلمان یہ سن کر حضرت فضل بن عباسؓ کے پاس گیا تو انہوں نے اگلے زخمی کی طرف اشارہ کیا کہ وہ زیادہ مستحق ہے پہلے اسے پانی پلاؤ۔ یوں وہ تمام زخمی دوسرے کی طرف اشارہ کرتے رہے اور جب وہ سپاہی آخری زخمی تک پہنچا تو وہ فوت ہوچکا تھا وہ واپس دوسرے کی طرف آیا یہاں تک کہ عکرمہؓ تک پہنچا مگر وہ سب فوت ہو چکے تھے۔

شام کے لوگ جو مختلف مذاہب کے پیرو تھے وہ حضرت ابوعبیدہؓ کے عدل وانصاف کو دیکھ کر اسلام کی آغوش میں آگئے۔ یرموک کی فتح سے چند روز قبل حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہوگیا اور حضرت عمرؓ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد شام کی نگرانی اور فوجوں کی قیادت حضرت ابوعبیدہؓ کے سپرد کر دی۔ تقرری کا یہ خط جب آپؓ کو ملا تو جنگ زوروں پر تھی چنانچہ ابوعبیدہؓ نے دل شکنی کے خوف سے حضرت خالد بن ولیدؓ سے اس کا ذکر نہ کیا۔ جنگ کے بعد جب خالدؓ کا لشکر عراق جانے لگا تو آپؓ نے ابوعبیدہؓ کے متعلق لوگوں سے کہا کہ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ اس امّت کے امین تمہارے والی ہیں جس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا ہے کہ خالد بن ولید خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

حضورِانور نے اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ غرض اس طرح محبت اور احترام کی فضا میں دونوں قائد ایک دوسرے سے جُدا ہوئے۔ یہ ہے مومن کا تقویٰ کہ نام ونمود یا افسری اور عُہدے کی کوئی خواہش نہیں۔مقصد ہے تو صرف ایک کہ خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم کی جائے۔ پس یہ لوگ ہمارے لیے اسوہ ہیں جنہیں ہر عُہدے دار بلکہ ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے فلسطین کے شہروں کو فتح کرتے ہوئے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو حضرت ابوعبیدہؓ کا لشکر بھی اُن سے آن ملا۔ قلعہ بندی سے تنگ آکر عیسائیوں نے صلح کی پیشکش کی لیکن شرط یہ رکھی کہ حضرت عمرؓ از خود تشریف لاکر صلح کا معاہدہ کریں۔ ربیع الاوّل 16 ہجری کو مدینے سے روانہ ہو کر حضرت عمرؓ صلح کے لیے پہنچے تو ابوعبیدہؓ کی قیام گاہ تشریف لے گئے۔ گھر میں تلوار، ڈھال، چٹائی اور ایک پیالے کے سِوا کچھ نہ تھا۔ اسی موقعے پر حضرت بلالؓ کے اذان دینے کا روح پرور واقعہ بھی پیش آیا۔

17 ہجری میں رومیوں نے مسلمانوں سے شام واپس لینے کی آخری کوشش کی۔شمالی شام، الجزیرہ، شمالی عراق اور آرمینیا کے کُردوں، بدوؤں، عیسائیوں اور ایرانیوں نے ہرقل سے مسلمانوں کے خلاف مدد کی اپیل کی۔ اس موقعے پر حضرت عمرؓ کی ہدایت پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفے سے امدادی فوج بھجوائی۔ اس کے باوجود رومی لشکر اور مسلم افواج کی تعداد میں بہت زیادہ فرق تھا۔حضرت ابوعبیدہؓ نے سپاہیوں سے ایک جوشیلا خطاب کیا۔ اس شکست کے بعد کبھی قیصر کو شام کی طرف پیش قدمی کا حوصلہ نہ ہوا۔

رملہ سے بیت المقدس کے راستے پر چھ مِیل کے فاصلے پر طاعون عمواس نامی ایک بستی ہے۔ یہاں حضرت عمرؓ کی ملاقات حضرت ابوعبیدہؓ اور ان کی افواج سے ہوئی جن سے آپؓ کو شام کے علاقوں میں طاعون کے پھوٹنے کی خبر ملی۔ اس صورتِ حال میں مشورے سے مزید پیش قدمی کی بجائے واپسی کا فیصلہ ہوا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس موقعے پر حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی قضا سے اس کی قدر کی طرف جارہے ہیں۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص اور ایک عام فیصلہ ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مَیں خدا تعالیٰ کے فیصلے سے بھاگ نہیں رہا بلکہ اس کے ایک فیصلے سے دوسرے کی طرف جارہا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے واپس جاکر بے چینی محسوس کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہؓ کو بلوایا لیکن طاعون کے پھیلنے کے خطرے کے پیشِ نظر آپؓ واپس نہ گئے اور اپنے سپاہیوں کے درمیان ہی رہے۔ جب بھی کوئی مسلمان سپاہی طاعون سے شہید ہوتا تو حضرت ابوعبیدہؓ رو پڑتے اور اللہ سے شہادت طلب کرتے۔ بالآخر آپؓ نے 58 برس کی عمر میں 18 ہجری میں وفات پائی۔

خطبے کے دوسرے حصّے میں حضورِانور نے تین مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا جنازہ پروفیسر ڈاکٹر نعیم الدین خٹک صاحب ابن فضل الدین خٹک صاحب ضلع پشاور کا تھا۔ آپ کو مخالفین نے 5/ اکتوبر کو پشاور میں گولیاں مار کر شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم مائیکرو انوائرنمینٹل بیالوجی میں پی ایچ ڈی تھے اور سپیریئر سائنس کالج میں پروفیسر تھے۔شہید مرحوم ہمدردیٔ خلق اور مہمان نوازی جیسی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ جماعتی خدمت کے طور پر سیکیورٹی ڈیوٹی دینے کے لیے بھی حاضر ہوتے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔

دوسرا جنازہ عزیزم اسامہ صادق ابن محمد صادق صاحب طالبِ علم جامعہ احمدیہ جرمنی کا تھا۔ مرحوم کی گذشتہ دنوں دریائے رائن میں ڈوبنے سے بعمر بیس سال وفات ہوگئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم کم گو، سادہ طبیعت، سنجیدہ مزاج، عبادت کا ذوق اور تبلیغ کا شوق رکھنے والی شخصیت کے مالک تھے۔ لواحقین میں والدین کے علاوہ پانچ بہنیں اور ایک بھائی شامل ہیں۔

تیسرا ذکرِ خیر سلیم احمد ملک صاحب کا تھا۔ آپ 87 سال کی عمر میں 24/ ستمبر کو وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم شعبہ تعلیم سے منسلک اور جیولوجیکل کیمسٹری کے پروفیسر تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد جامعہ احمدیہ کے استاد رہے۔ جامعہ احمدیہ کے قیام کے بارے میں بننے والی ابتدائی کمیٹی کے رکن رہے۔ اسی طرح جامعہ احمدیہ یوکے کے آغاز پر آپ کو چیف ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ مرحوم کو جماعت یوکے میں بطور سیکرٹری تعلیم وتربیت اور سیکرٹری اُمورِ خارجہ سمیت مختلف شعبوں میں خدمت کی توفیق ملی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔

حضورِانور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تمام مرحومین کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو اور ان کی نسلوں کو بھی وفا کے ساتھ خلافت اور جماعت سے تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 18/ستمبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

مکے کے لوگ بلالؓ کے پیروں میں رسّی ڈال کر اس کو گلیوں میں کھینچا کرتے تھے، مکہ کی گلیاں، مکہ کے میدان بلال کے لیے امن کی جگہ نہیں تھے بلکہ عذاب اور تذلیل اور تضحیک کی جگہ تھے

قربانیاں دینی پڑتی ہیں تبھی مقام ملتا ہے اور اسلام کی یہ خوبصورت تعلیم ہے کہ جو قربانیاں کرنے والے ہیں،
جو شروع سے ہی وفا دکھانے والے ہیں ان کا مقام بہرحال اونچا ہے چاہے وہ حبشی غلام ہو یا کسی نسل کا غلام ہو

مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سَابِقُ الْحَبَشَة، اہلِ جنت میں شامل عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

بدری صحابہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر گذشتہ خطبے میں چل رہا تھا۔ اس کا کچھ حصہ باقی تھا۔ آج بھی بیان کروں گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے واپس لَوٹ رہے تھے تو رات بھر چلتے رہے۔ پھر جب آپؐ کو نیند آئی تو آرام کے لیے پڑاؤ کیا اور بلالؓ سے فرمایا کہ ’’آج رات ہماری نماز کے وقت کی حفاظت تم کرو۔‘‘ پھر حضرت بلالؓ نے یہ فرمایا تھا کہ ’’ہماری نماز کی حفاظت کرو‘‘ کا مطلب یہ تھا کہ نماز کے وقت کی حفاظت کرو اور فجر کے وقت تم جگا دینا۔ جب آپؐ نے یہ فرمایا تو پھر حضرت بلالؓ نے جتنی ان کے لیے مقدر تھی نماز پڑھی۔ رات نفل پڑھتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ سو گئے۔ جب فجر کا وقت قریب آیا تو بلالؓ نے صبح کی سمت رخ کرتے ہوئے یعنی سورج جہاں سے نکلتا ہے اس طرف رخ کرتے ہوئے اپنی سواری کا سہارا لیا اور بیٹھ گئے تو بلالؓ پر بھی نیند غالب آ گئی جبکہ وہ اپنی اونٹنی سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پس نہ تو بلالؓ بیدار ہوئے اور نہ ہی آپؐ کے اصحاب میں سے کوئی اَور یہاں تک کہ دھوپ ان پر پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے پہلے جاگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند ہوئے اور فرمایا اے بلالؓ! اے بلالؓ! ۔ بلالؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ میری روح کو بھی اسی ذات نے روکے رکھا جس نے آپؐ کو روکے رکھا یعنی نیند کا غلبہ مجھ پر بھی آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ روانہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی سواریوں کو تھوڑا سا چلایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا۔ پھر وضو فرمایا اور تھوڑی دیر بعد بلالؓ کو ارشاد فرمایا۔ انہوں نے نماز کی اقامت کہی۔ پھر آپؐ نے ان سب کو سورج نکلنے کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے اسے پڑھ لے کیونکہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ نماز کو میرے ذکر کے لیے قائم کرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب من نام عن الصلوٰۃ او نسیھا حدیث ۶۹۷)

فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ میں آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن طلحہ کو بلایا۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ اندر گئے اور پھر دروازہ بند کر دیا اور آپؐ اس میں کچھ دیر ٹھہرے۔ پھر نکلے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے کہ مَیں جلدی سے آگے بڑھا اور حضرت بلالؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے۔ میں نے کہا کس جگہ؟ کہا ان ستونوں کے درمیان۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے مجھ سے رہ گیا کہ مَیں ان سے پوچھوں کہ آپؐ نے کتنی رکعتیں نماز پڑھی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الابواب والغلق للکعبۃ والمساجد حدیث ۴۶۸)

حضرت بلالؓ لوگوں کو بعد میں بتایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر کس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی۔ حضرت ابنِ اَبِی مُلَیْکَہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو کعبے کی چھت پر اذان دینے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کعبے کی چھت پر اذان دی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۷۷ ’’بلال بن رباح‘‘، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلالؓ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو دیکھا اور فرمایا: تیرا برا حال ہو کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ خدا ایک ہے؟ ابوسفیان نے کہا یقین کیوں نہیں آیا اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ہماری مدد نہ کرتا!۔ آپؐ نے فرمایا: تیرا برا حال ہو کیا تجھے ابھی یقین نہیں آیا کہ محمد اللہ کا رسول ہے؟ کہنے لگا ابھی اس کے متعلق یقین نہیں ہوا۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو کہا کمبخت! بیعت کر لو۔ اس وقت تیری اور تیری قوم کی جان بچتی ہے۔ کہنے لگا اچھا۔ کر لیتا ہوں۔ وہاں تو اس نے یونہی بیعت کر لی۔ ان کے کہنے پر بیعت کر لی۔ کوئی دل سے بیعت نہیں تھی لیکن بعد میں جا کر سچا مسلمان ہو گیا۔ خیر بیعت کر لی تو عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ اب مانگ اپنی قوم کے لیے ورنہ تیری قوم ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائے گی۔ مہاجرین کا دل اس وقت ڈر رہا تھا۔ وہ تو مکہ کے رہنے والے تھے اور سمجھتے تھے کہ ایک دفعہ مکہ کی عزت ختم ہوئی تو پھر مکہ کی عزت باقی نہیں رہے گی۔ وہ باوجود اس کے کہ انہوں نے بڑے بڑے مظالم برداشت کیے تھے۔ پھر بھی وہ دعائیں کرتے تھے کہ کسی طرح صلح ہو جائے۔ لیکن انصار ان کے مقابلے میں بڑے جوش میں تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مانگو۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! کیا آپ اپنی قوم پر رحم نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑے رحیم و کریم ہیں اور پھر مَیں آپ کا رشتہ دار ہوں۔ بھائی ہوں۔ میرا بھی کوئی اعزاز ہونا چاہیے۔ میں مسلمان ہوا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جاؤ اور مکہ میں اعلان کر دو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں گھسے گا اسے پناہ دی جائے گی۔ کہنے لگا یا رسول اللہؐ! میرا گھر ہے کتنا اور اس میں کتنے آدمی آ سکتے ہیں؟ اتنا بڑا شہر ہے، اس کا میرے گھر میں کہاں ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا جو شخص خانہ کعبہ میں چلا جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ! پھر بھی لوگ بچ رہیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو ہتھیار پھینک دے گا اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! پھر بھی لوگ رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا اسے بھی پناہ دی جائے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! گلیوں والے جو ہیں وہ تو بیچارے مارے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا لاؤ۔ ایک جھنڈا بلالؓ کا تیار کرو۔ اَبِی رُوَیْحَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے۔ آپؐ نے جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنایا تھا تو اَبِی رُوَیْحَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلال کا بھائی بنایا تھا۔ شاید اس وقت بلالؓ تھے نہیں یا کوئی اَور مصلحت تھی۔ بہرحال آپؐ نے بلالؓ کا جھنڈا بنایا اور اَبِی رُوَیْحَہ کو دیا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ یہ اسے لے کر چوک میں کھڑا ہو جائے اور اعلان کر دے کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو گا اس کو نجات دی جائے گی۔ ابوسفیان کہنے لگا بس اب کافی ہو گیا اب مکہ بچ جائے گا۔ کہنے لگا اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا جا۔ اب سردار خود ہی ہتھیار پھینک چکا تھا، خبر پہنچنے یا نہ پہنچنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ ابوسفیان گھبرایا ہوا مکہ میں داخل ہوا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ لوگو! اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لو۔ لوگو! اپنے ہتھیار پھینک دو۔ لوگو! خانہ کعبہ میں چلے جاؤ۔ بلالؓ کا جھنڈا کھڑا ہوا ہے اس کے نیچے کھڑے ہو جانا۔ اتنے میں لوگوں نے دروازے بند کرنے شروع کر دیے۔ بعض نے خانہ کعبہ میں گھسنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے ہتھیار باہر لا لا کر پھینکنے شروع کیے۔ اتنے میں اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا اور لوگ بلال کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں جو سب سے زیادہ عظیم الشان بات ہے وہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ کا جھنڈا بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو جائے گا اس کو پناہ دی جائے گی حالانکہ سردار تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ آپؐ کے بعد قربانی کرنے والے ابوبکرؓ تھے مگر ابوبکر کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد مسلمان ہونے والے رئیس عمرؓ تھے مگر عمر کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد عثمانؓ مقبول تھے اور آپؐ کے داماد تھے مگر عثمانؓ کا بھی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد علیؓ تھے جو آپؐ کے بھائی بھی تھے اور آپؐ کے داماد بھی تھے مگر علی کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہ شخص تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپؓ وہ شخص ہیں کہ جب تک آپؓ زندہ ہیں مسلمان قوم میں اختلاف نہیں ہو گا لیکن عبدالرحمٰنؓ کا کوئی جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ پھر

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے چچا تھے اور بعض دفعہ وہ گستاخی بھی کر لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بول لیا کرتے تھے تو آپؐ خفا نہ ہوتے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی کوئی جھنڈا نہیں بنایا۔ پھر سارے رؤساء اور چوٹی کے آدمی موجود تھے۔ خالد بن ولیدؓ جو ایک سردار کا بیٹا، خود بڑا نامور انسان تھا، موجود تھا۔ عمرو بن عاصؓ ایک سردار کا بیٹا تھا۔ اسی طرح اَور بڑے بڑے سرداروں کے بیٹے تھے مگر ان میں سے کسی ایک کا جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ جھنڈا بنایا جاتا ہے تو بلالؓ کا بنایا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ پر جب حملہ ہونے لگا تھا تو ابو بکرؓ دیکھ رہا تھا کہ جن کو مارا جانے والا ہے وہ اس کے بھائی بند ہیں اور اس نے خود بھی کہہ دیا تھا کہ یا رسول اللہؐ! کیا وہ اپنے بھائیوں کو ماریں گے؟ وہ ظلموں کو بھول چکا تھا اور جانتا تھا کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ عمر بھی کہتے تو یہی تھے کہ یا رسول اللہؐ! ان کافروں کو ماریے مگر پھر بھی جب آپؐ ان کو معاف کرنے پر آئے تو وہ اپنے دل میں یہی کہتے ہوں گے کہ اچھا ہوا ہمارے بھائی بخشے گئے۔ عثمانؓ اور علیؓ بھی کہتے ہوں گے کہ ہمارے بھائی بخشے گئے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ سختیاں کر لیں تو کیا ہوا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو معاف کرتے وقت یہی سمجھتے ہوں گے کہ ان میں میرے چچا بھی تھے، بھائی بھی تھے۔ ان میں میرے داماد، عزیز اور رشتہ دار بھی تھے۔ اگر میں نے ان کو معاف کر دیا تو اچھا ہی ہوا۔ میرے اپنے رشتے دار بچ گئے۔ صرف ایک شخص تھا جس کی مکہ میں کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ جس کی مکہ میں کوئی طاقت نہیں تھی۔ جس کا مکہ میں کوئی ساتھی نہیں تھا اور اس کی بے کسی کی حالت میں اس پر وہ ظلم کیا جاتا جو نہ ابو بکرؓ پہ ہوا، نہ علیؓ پر ہوا، نہ عثمانؓ پر ہوا، نہ عمرؓ پر ہوا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہیں ہوا۔

پچھلی ایک روایت جو مَیں نے گذشتہ ہفتے بیان کی تھی اس میں بھی یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ پہ بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ظلم ہوئے لیکن یہ رشتہ داریوں کی وجہ سے بچے رہے تھے لیکن مَیں نے وضاحت کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ظلم ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ پر بھی ظلم ہوئے۔ اور صرف بلالؓ پر ایسے ظلم ہوئے تھے جو کسی پر نہیں ہوئے۔ یہاں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے یہ انکار نہیں کیا کہ آپ لوگوں پہ ظلم نہیں ہوئے بلکہ فرمایا کہ وہ ظلم جو بلالؓ پہ ہوا وہ کسی اَور پر نہیں ہوا۔

پھر آپؓ نے اس کی تفصیل بیان کی وہ کیا ظلم تھا۔ وہ ظلم یہ تھا کہ جلتی اور تپتی ہوئی ریت پر بلالؓ کو ننگا لٹا دیا جاتا تھا۔ تم دیکھو ننگے پاؤں میں مئی اور جون میں نہیں چل سکتے۔ اس کو ننگا کر کے تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا تھا۔ پھر کیلوں والے جوتے پہن کر نوجوان اس کے سینے پر ناچتے تھے اور کہتے تھے کہ کہو خدا کے سوا اَور معبود ہیں۔ کہو محمد رسول اللہ جھوٹا ہے اور بلالؓ آگے سے اپنی حبشی زبان میں جب وہ بہت مارتے تھے کہتے تھے اَسْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَسْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ وہ شخص آگے سے یہی جواب دیتا تھا کہ تم مجھ پر کتنا بھی ظلم کرو میں نے جب دیکھ لیا ہے کہ خدا ایک ہے تو دو کس طرح کہہ دوں اور جب مجھے پتہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں تو میں انہیں جھوٹا کس طرح کہہ دوں؟ اس پر وہ اَور مارنا شروع کر دیتے تھے۔ گرمیوں کے مہینوں کے موسم میں، ان مہینوں میں جب گرمیاں ہوتی ہیں اس موسم میں اس کے ساتھ یہی حال ہوتا تھا۔ اسی طرح سردیوں میں وہ یہ کرتے تھے کہ ان کے پیروں میں رسّی ڈال کر انہیں مکہ کی پتھروں والی گلیوں میں گھسیٹتے تھے۔ ان کا چمڑا زخمی ہو جاتا تھا یعنی کھال زخمی ہو جاتی تھی۔ وہ گھسیٹتے تھے اور کہتے تھے کہو جھوٹا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہو خدا کے سوا اَور معبود ہیں تو وہ کہتے اَسْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَسْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اب جبکہ اسلامی لشکر دس ہزار کی تعداد میں داخل ہونے کے لیے آیا تو بلالؓ کے دل میں خیال آیا ہو گا کہ آج ان بوٹوں کا بدلہ لیا جائے گا جو میرے سینے پر ناچتے تھے۔ آج ان ماروں کا معاوضہ بھی مجھے ملے گا جس طرح مجھے ظالمانہ طور پر مارا گیا تھا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ معاف۔ جو خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا وہ معاف۔ جس نے اپنے ہتھیار پھینک دیے وہ معاف۔ جس نے اپنے گھر کے دروازے بند کر لیے وہ معاف تو بلال کے دل میں خیال آیا ہو گا کہ یہ تو اپنے سارے بھائیوں کو معاف کر رہے ہیں اور اچھا کر رہے ہیں لیکن میرا بدلہ تو رہ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آج صرف ایک شخص ہے جس کو میرے معاف کرنے سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور وہ بلالؓ ہے کہ جن کو میں معاف کر رہا ہوں وہ اس کے بھائی نہیں۔ جو اس کو دکھ دیا گیا ہے وہ اَور کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا میں اس کا بدلہ لوں گا اور اس طرح لوں گا کہ میری نبوت کی بھی شان باقی رہے اور بلالؓ کا دل بھی خوش ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا بلالؓ کا جھنڈا کھڑا کرو اور ان مکہ کے سرداروں کو جو جوتیاں لے کر اس کے سینے پر ناچا کرتے تھے، جو اس کے پاؤں میں رسّی ڈال کر گھسیٹا کرتے تھے، جو اسے تپتی ریتوں پر لٹایا کرتے تھے کہہ دو کہ اگر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جان بچانی ہے تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے، جب سے انسان کو طاقت حاصل ہوئی ہے اور جب سے کوئی انسان دوسرے انسان سے اپنے خون کا بدلہ لینے پر تیار ہوا ہے اور اس کو طاقت ملی ہے اس قسم کا عظیم الشان بدلہ کسی انسان نے نہیں لیا۔ جب بلالؓ کا جھنڈا خانہ کعبہ کے سامنے میدان میں گاڑا گیا ہو گا۔ جب عرب کے رؤساء، وہ رؤساء جو اس کو پیروں سے مسلا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بولتا ہے کہ نہیں کہ محمد رسول اللہ جھوٹا ہے۔ اور اب جب نظارہ بدلا، جب حالات بدلے تو اب وہ دوڑ دوڑ کر اپنے بیوی بچوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر اور لا لا کر بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے لاتے ہوں گے کہ ہماری جان بچ جائے۔ تو اس وقت بلالؓ کا دل اور اس کی جان کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور ہو رہی ہو گی۔ وہ کہتا ہو گا میں نے تو خبر نہیں ان کفار سے بدلہ لینا تھا یا نہیں یا لے سکتا تھا کہ نہیں اب وہ بدلہ لے لیا گیا ہے کہ ہر شخص جس کی جوتیاں میرے سینے پر پڑتی تھیں اس کے سر کو میری جوتی پر جھکا دیا گیا ہے۔ یہ وہ بدلہ ہے کہ وہ جوتیاں جو سینے پر ناچا کرتی تھیں آج ان کو پہننے والے سر بلال کی جوتی پر جھکا دیے گئے ہیں۔ یہ وہ بدلہ تھا جو یوسف کے بدلہ سے بھی زیادہ شاندار تھا۔ اس لیے کہ یوسف نے اپنے باپ کی خاطر اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا۔ جس کی خاطر کیا وہ اس کا باپ تھا اور جن کو کیا وہ اس کے بھائی تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچوں اور بھائیوں کو ایک غلام کی جوتیوں کے طفیل معاف کیا۔ بھلا یوسف کا بدلہ اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔

(ماخوذ از سیر روحانی، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 268 تا 273)

پہلا جو حوالہ تھا 'سیر روحانی' کا تھا۔ اسی واقعہ کو دیباچہ تفسیر القرآن میں بھی اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور یہ مَیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ بعض لوگ لکھ دیتے ہیں کہ فلاں جگہ تو یوں فرمایا تھا۔ دونوں بیانوں میں تفصیل اور اختصار کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے۔ بعض لوگ بڑے نکتے نکال کر فرق بھی بتانے شروع کر دیتے ہیں۔ واقعاتی طور پر بھی اور نتیجے کے طور پر بھی ایک ہی چیز ہے۔

بہرحال یہاں جو بیان ہے وہ اس طرح ہے کہ ''ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر مکہ کے لوگ تلوار نہ اٹھائیں تو کیا وہ امن میں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! ہر شخص جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امن دیا جائے گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! ابوسفیان فخر پسند آدمی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میری عزت کا بھی کوئی سامان کیا جائے۔'' یہ حضرت عباسؓ کے حوالے سے زائد چیز ہے۔ ''آپؐ نے فرمایا بہت اچھا، جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو مسجد کعبہ میں گھس جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو اپنے ہتھیار پھینک دے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ جو حکیم بن حِزام کے گھر میں چلا جائے اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ اس کے بعد اَبِی رُوَیْحَہؓ جن کو آپؐ نے بلالؓ حبشی غلام کا بھائی بنایا ہوا تھا ان کے متعلق آپؐ نے فرمایا ہم اس وقت اَبِی رُوَیْحَہؓ کو اپنا جھنڈا دیتے ہیں جو شخص ابی رویحہؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو گا ہم اس کو بھی کچھ نہ کہیں گے اور بلالؓ سے کہا تم ساتھ ساتھ یہ اعلان کرتے جاؤ کہ جو شخص ابی رویحہؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اس کو امن دیا جائے گا۔'' یہ چیز یہاں زائد ہے کہ بلالؓ ساتھ اعلان کرتے جائیں۔ ''اس حکم میں کیا ہی لطیف حکمت تھی۔ مکہ کے لوگ بلالؓ کے پیروں میں رسی ڈال کر اس کو گلیوں میں کھینچا کرتے تھے، مکہ کی گلیاں، مکہ کے میدان بلال کے لیے امن کی جگہ نہیں تھے بلکہ عذاب اور تذلیل اور تضحیک کی جگہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ بلالؓ کا دل آج انتقام کی طرف بار بار مائل ہوتا ہو گا۔ اس وفادار ساتھی کا انتقام لینا بھی نہایت ضروری ہے مگر یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارا انتقام اسلام کی شان کے مطابق ہو۔ پس آپؐ نے بلالؓ کا انتقام اس طرح نہ لیا کہ تلوار کے ساتھ اس کے دشمنوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں بلکہ اس کے بھائی کے ہاتھ میں ایک بڑا جھنڈا دے کر کھڑا کر دیا اور بلالؓ کو اس غرض کے لیے مقرر کر دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جو کوئی میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے آ کر کھڑا ہو گا اسے امن دیا جائے گا۔ کیسا شاندار یہ انتقام تھا، کیسا حسین یہ انتقام تھا۔ جب بلالؓ بلند آواز سے یہ اعلان کرتا ہو گا کہ اے مکہ والو! آؤ میرے بھائی کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو جاؤ تمہیں امن دیا جائے گا تو اس کا دل خود ہی انتقام کے جذبات سے خالی ہوتا جاتا ہو گا اور اس نے محسوس کر لیا ہو گا کہ جو انتقام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تجویز کیا اس سے زیادہ شاندار اور اس سے زیادہ حسین انتقام میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 340-341)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلالؓ کے صبر اور فتح مکہ کے وقت ان کی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا ہے کہ ''یہ تکالیف تھیں جو بلال کو پہنچائی گئیں۔'' مکے میں جو تکالیف ہوتی تھیں ان کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ ''مگر جانتے ہو جب مکہ فتح ہوا تو وہ بلالؓ حبشی غلام جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے افسر ناچا کرتے تھے اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عزت دی؟ اور کس طرح اس کا کفار سے انتقام لیا؟ جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا دے دیا اور اعلان کر دیا کہ اے مکہ کے سردارو! اگر اب تم اپنی جانیں بچانا چاہتے ہو تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ کر کھڑے ہو جاؤ۔ گویا وہ بلالؓ جس کے سینے پر مکہ کے بڑے بڑے سردار ناچا کرتے تھے اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو بتایا کہ آج تمہاری جانیں اگر بچ سکتی ہیں تو اس کی یہی صورت ہے کہ تم بلالؓ کی غلامی میں آ جاؤ حالانکہ بلالؓ غلام تھا اور وہ چوہدری تھے۔''

(آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی وجانی قربانیوں میں حصہ لیں گی۔ انوار العلوم جلد 21 صفحہ 164)

پس ہر جگہ یہی نتیجہ ہے۔ چاہے جھنڈا ان کے بھائی کے سپرد کیا تب بھی بلالؓ کو ساتھ کیا۔ بلالؓ کے نام پر جھنڈا کیا تب بھی اور بلالؓ کے ہاتھ میں دیا تو نتیجہ وہی ہے۔ تھوڑے سے فرق کے ساتھ واقعاتی طور پر ایک ہی بات بیان ہو رہی ہے اور نتیجہ بھی وہی نکالا جا رہا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے نیزے کو لے کر چلا جاتا تھا۔ عید والے دن ایک شخص آگے چلتا تھا اس کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا تھا اور جس کو عموماً حضرت بلالؓ اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔ محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

گاڑ دیتے تھے۔ اس زمانے میں عید گاہ میدان ہوتا تھا۔کھلا میدان تھا وہی عید گاہ تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۷۷ ’’بلال بن رباح‘‘، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷ء)

ایک روایت ہے کہ نجاشی حبشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نیزے تحفے میں بھیجے تھے۔ ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھ لیا۔ ایک حضرت علی بن ابوطالب کو دیا اور ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔حضرت بلالؓ اس نیزے کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے رکھا تھا عیدین میں آپؐ کے آگے آگے لے کر چلتے تھے یہاں تک کہ اسے آپؐ کے آگے گاڑ دیتے اور آپؐ اسی کی طرف نماز پڑھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ اسی طرح اس نیزے کو حضرت ابوبکرؓ کے آگے لے کر چلا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۷۸ ’’بلال بن رباح‘‘، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روایات میں یہی آتا ہے کہ حضرت بلالؓ جہاد میں شامل ہونے کے لیے شام کی طرف چلے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس طرح بیان ہوا ہے کہ حضرت بلالؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے خلیفۂ رسول! مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مومن کا سب سے افضل عمل اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے کہا بلالؓ تم کیا چاہتے ہو؟ حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ کے رستہ میں جہاد کے لیے بھیج دیا جائے یہاں تک کہ میں مارا جاؤں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ بلال میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اپنی حرمت اور حق یاد دلاتا ہوں کہ میں بوڑھا اور ضعیف ہوگیا ہوں۔ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے اس وجہ سے میرے پاس ٹھہر جاؤ۔ اس پر حضرت بلالؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک ان کے پاس ہی رہے۔حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی بات کہی جو حضرت ابوبکرؓ کو کہی تھی۔حضرت عمرؓ نے بھی انہیں ویسا ہی جواب دیا جیسا حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا مگر حضرت بلالؓ نہ مانے۔حضرت بلالؓ جہاد پر جانے پر مصر تھے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے اسی بات کا اصرار کیا۔حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے بعد اذان دینے کی ذمے داری کس کے سپرد کروں گا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کی کہ حضرت سعدؓ کے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دی ہوئی ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ اور ان کے بعد ان کی اولاد کے سپرد اذان کی ذمہ داری لگائی اور حضرت بلالؓ کو ان کے اصرار کی وجہ سے جہاد پر بھیج دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۷۸ ’’بلال بن رباح‘‘، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ۲۰۱۷ء)

یہ ایک روایت ہے اور ایک روایت میں حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے اذان دینے کے حوالے سے جو مکالمہ ہوا اس کا بھی یوں ذکر ملتا ہے کہ موسیٰ بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ نے اس روز اس وقت اذان دی کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہ ہوئی تھی۔ جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ اپنی زبان میں کہے۔ اَسْھَدُ کہتے تھے۔ تو مسجد میں لوگوں کے رونے کی وجہ سے ہچکیاں بندھ گئیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا کہا۔حضرت بلالؓ نے جواباً کہا اگر تو آپ نے مجھے اس لیے آزاد کیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں تو اس کا راستہ تو یہی ہے جس طرح آپ کہہ رہے ہیں لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے اس کے لیے چھوڑ دیجئے جس کے لیے مجھے آزاد کیا ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے تمہیں اللہ کی خاطر آزاد کیا ہے۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا۔حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ آپ کی مرضی ہے۔ اس کے بعد حضرت بلالؓ مدینے میں ہی مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں شام کے لیے لشکر روانہ ہوئے تو حضرت بلالؓ بھی ان لشکروں کے ساتھ شام چلے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۷۸ ’’بلال بن رباح‘‘، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷ء)

اسد الغابہ کی ایک روایت کے مطابق حضرت بلالؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اگر آپ نے مجھے اپنے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے اپنے پاس روک لیں لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیا ہے تو مجھے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جانے دیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا جاؤ۔ اس پر حضرت بلالؓ شام چلے گئے اور وفات تک وہیں رہے جو اکثر روایتیں ہیں وہ یہی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں نہیں گئے تھے بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں گئے تھے اور ایک قول کے مطابق حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں بھی اذان دیتے رہے ہیں۔ یہ بھی روایت ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الاول صفحہ ۴۱۶ ’’بلال بن رباح‘‘ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

ایک روایت یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ فرماتے ہیں اے بلالؓ! یہ کیسی سنگ دلی ہے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لیے آؤ۔ حضرت بلالؓ نہایت رنج کی حالت میں بیدار ہوئے، شام میں ہوتے تھے اور سوار ہو کر مدینے کی طرف چل دیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر زار و قطار رونے لگے اور تڑپنے لگے۔ اتنے میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آ گئے۔حضرت بلالؓ نے انہیں بوسہ دیا اور انہیں گلے لگایا تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صبح کی اذان آپؓ دیں تو آپ مسجد کی چھت پر چڑھ گئے۔ جب حضرت بلالؓ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے الفاظ کہے تو راوی کہتے ہیں کہ مدینہ لرز اٹھا۔ پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے الفاظ کہے تو اَور زیادہ جنبش ہوئی۔ لوگوں میں ایک دم بیداری پیدا ہوئی۔ پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ کہے تو عورتیں اپنے کمروں سے باہر آ گئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں نہیں دیکھی گئی تھیں۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الاول صفحہ ۴۱۷ ’’بلال بن رباح‘‘ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور یہ اذان یاد آ گئی اور لوگ بے چین ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت بلالؓ نے جہاد کے لیے جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ کو کیا چیز اذان دینے سے مانع ہے۔ اس پر حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان دی یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوگئی۔ پھر میں نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے اذان دی کیونکہ وہ میری نعمت کے نگران تھے یہاں تک کہ ان کی بھی وفات ہوگئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے بلالؓ! کوئی عبادت جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر نہیں ہے، چنانچہ حضرت بلالؓ شام چلے گئے۔ جب حضرت عمرؓ شام تشریف لے گئے تو حضرت عمرؓ کے کہنے پر حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اس دن سے قبل آپ کو اتنا روتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الاول صفحہ ۴۱۷-۴۱۶ ’’بلال بن رباح‘‘ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلالؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری زمانے کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ آخری عمر میں شام چلے گئے تھے۔ یہاں یہ ذکر بھی ہے کہ ان کو لوگ رشتہ نہیں دیتے تھے لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ان کی کئی شادیاں تھیں اور رشتے ہوئے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض شام جانے کے لیے رشتہ نہیں دیتے یا شام جا کر رشتہ نہیں ملتا ہو گا۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپؓ کی کئی شادیوں کی روایت ملتی ہے تو حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک جگہ رشتے کے متعلق درخواست کی اور کہا کہ میں حبشی ہوں اگر چاہو تو رشتہ نہ دو اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی سمجھ کر مجھے رشتہ دے دو تو بڑی مہربانی ہو گی۔ انہوں نے رشتہ دے دیا اور وہ شام میں ہی ٹھہر گئے۔ بہرحال پہلے بھی ان کی شادیاں تھیں۔ ہوسکتا ہے پہلی بیویاں فوت ہوگئی تھیں یا ساتھ جانے والی کوئی نہیں تھی یا شام میں شادی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن بہرحال یہ تھوڑی وضاحت یہاں ہو جائے کہ شادیاں ان کی پہلے تھیں۔ گو کہ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ لکھا ہے۔ باقی روایتیں بھی یہی کہتی ہیں کہ ان کو کوئی رشتہ نہیں دیتا تھا۔ کس سیاق و سباق کے تحت لکھا اللہ بہتر جانتا ہے۔ بہرحال وہاں انہوں نے رشتہ مانگا۔ وہاں ان کی شادی ہوگئی اور وہ شام میں ٹھہر گئے۔ جو اصل چیز ہے وہ یہی ہے جو آگے رؤیا کا ذکر ہے۔ شادی تو ایک ضمنی بات آ گئی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بلالؓ! تم ہم کو بھول ہی گئے۔ کبھی ہماری قبر کی زیارت کرنے کے لیے نہیں آئے۔ وہ اسی وقت اٹھے اور سفر کا سامان تیار کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر رو رو کر دعا کی۔ اس وقت ان کو اتنی رقت پیدا ہوئی کہ لوگوں میں عام طور پر مشہور ہو گیا کہ بلالؓ آئے ہیں۔حضرت حسنؓ اور حسینؓ جو اس وقت بڑے ہو چکے تھے دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگے ہمیں بھی اپنی اذان سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے اذان دی اور لوگوں نے سنی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 25 صفحہ 182 خطبہ جمعہ فرمودہ 10مارچ 1944ء)

حضرت عمرؓ نے جب اپنے دورِ خلافت میں شام میں وظیفے کے لیے دفتر مرتب کروائے یعنی اکاؤنٹ کے رجسٹر وغیرہ بنوائے، کھاتے وغیرہ بنوائے اور سارا ریکارڈ مکمل کروایا تو حضرت بلالؓ شام چلے گئے اور وہیں مجاہدین کے ساتھ مقیم ہو گئے۔حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ اے بلالؓ! تم اپنے وظیفے کا دفتر کس کے پاس رکھو گے۔ یعنی اپنے حساب کتاب کی نمائندگی کس کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔ کون ہو گا تمہارا نمائندہ یہاں؟ تو انہوں نے جواب دیا ابورُوَیْحَہؓ کے پاس جن کو میں اس اخوت کی وجہ سے کبھی نہ چھوڑوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور ان کے درمیان قائم فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۷۶ ’’بلال بن رباح‘‘ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷ء)

حضرت بلالؓ کی صاف گوئی کا واقعہ ایک روایت میں یوں ملتا ہے۔عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کے ایک بھائی خود کو عرب کی طرف منسوب کرتے تھے اور وہ خیال کرتے تھے کہ وہ انہی میں سے ہیں۔ انہوں نے عرب کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اگر حضرت بلالؓ آئیں تو ہم تم سے نکاح کر دیں گے۔حضرت بلالؓ آئے اور تشہد پڑھا۔ پھر کہا کہ مَیں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اور یہ اخلاق اور دین کے لحاظ سے اچھا آدمی نہیں ہے اگر تم اس سے نکاح کرنا چاہو تو کر دو اور اگر ترک کرنا چاہو تو ترک کر دو۔ انہوں نے کہا کہ جس کے آپؓ بھائی ہیں اس سے ہم نکاح کر دیں گے۔ پس انہوں نے آپؓ کے بھائی سے نکاح کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۷۹ ’’بلال بن رباح‘‘، دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷ء)

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ بَنُو اَبُو بُکَیْر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ فلاں شخص سے ہماری بہن کا نکاح کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ لوگ دوسری مرتبہ آئے اور عرض کیا یارسول اللہؐ! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کا بلالؓ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ لوگ انکار کر کے چلے گئے۔ پھر تیسری مرتبہ آئے اور عرض کیا یا

رسول اللہؐ! ہماری بہن کا فلاں شخص سے نکاح کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کا بلالؓ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تم لوگوں کا ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے؟ راوی کہتے ہیں اس پر ان لوگوں نے حضرت بلالؓ سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۷۹ ''بلال بن رباح''، دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۷ء)

حوالہ جو پہلے مَیں نے کہا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ شادیاں نہیں ہوئی تھیں۔ وہ بات شاید کسی اَور سیاق و سباق کے تحت ہو۔ شادیاں پہلے ہوئی تھیں۔ اور یہ بھی ایک حوالہ ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ''ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وہ (یعنی سہیل بن عمرو) اور ابوسفیان اور بعض دوسرے رؤسائے مکہ جو فتح کے وقت مسلمان ہوئے تھے حضرت عمرؓ کو ملنے کے لیے گئے۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ابوسفیان اور بعض دوسرے رؤسائے مکہ جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے حضرت عمرؓ کو ملنے کے لیے گئے۔ اتفاق سے اسی وقت بلالؓ اور عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ بھی حضرت عمرؓ سے ملنے کے لیے آ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو غلام رہ چکے تھے اور بہت غریب تھے مگر ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ابتدا میں اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے بلال وغیرہ کو پہلے ملاقات کے لیے بلایا۔ ابوسفیان نے جس کے اندر غالباً ابھی تک کسی قدر جاہلیت کی رگ باقی تھی یہ نظارہ دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ چنانچہ کہنے لگا یہ ذلت بھی ہمیں دیکھنی تھی کہ ہم انتظار کریں اور ان غلاموں کو شرفِ ملاقات بخشا جاوے۔ سہیل نے فوراً سامنے سے جواب دیا کہ پھر یہ کس کا قصور ہے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو خدا کی طرف بلایا لیکن انہوں نے فوراً مان لیا اور ہم نے دیر کی۔ پھر ان کو ہم پر فضیلت حاصل ہو یا نہ ہو؟''

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 369)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے اور حضرت بلالؓ کے مقام و مرتبہ کا ذکر فرماتے ہوئے کہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ مکہ میں آئے تو وہی غلام جن کو سر کے بالوں سے پکڑ کر لوگ گھسیٹا کرتے تھے ایک ایک کر کے حضرت عمرؓ کی ملاقات کے لیے آنا شروع ہوئے۔ وہ عید کا دن تھا اور ان غلاموں کے آنے سے پہلے مکہ کے بڑے بڑے رؤساء کے بیٹے آپ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہو چکے تھے۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ بلالؓ آئے۔ وہی بلال جو غلام رہ چکے تھے، جن کو لوگ مارا پیٹا کرتے تھے، جن کو کھردرے اور نوکیلے پتھروں پر ننگے جسم سے گھسیٹا کرتے تھے، جن کے سینے پر بڑے بڑے وزنی پتھر رکھ کر کہا کرتے تھے کہ کہو میں لات اور عزیٰ کی پرستش کروں گا مگر وہ یہی کہتے تھے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ حضرت عمرؓ نے جب بلالؓ کو دیکھا تو ان رؤساء سے فرمایا: ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور بلالؓ کو بیٹھنے کی جگہ دو۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ ایک اَور غلام صحابی آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے پھر ان رؤساء سے فرمایا: ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور ان کو بیٹھنے دو۔ تھوڑی دیر گزری تھی تو ایک اَور غلام صحابی آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے حسب معمول ان رؤساء سے پھر فرمایا کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ اور ان کو بیٹھنے کی جگہ دو۔ اتفاق کی بات ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کرنا تھا اس لیے یکے بعد دیگرے آٹھ دس غلام آ گئے اور ہر دفعہ حضرت عمرؓ ان رؤساء سے یہی کہتے چلے گئے کہ پیچھے ہٹ جاؤ اور ان کو بیٹھنے کی جگہ دو۔ ان دنوں بڑے بڑے ہال نہیں بنائے جاتے تھے بلکہ معمولی کوٹھڑیاں ہوتی تھیں جن میں زیادہ آدمی نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ جب تمام غلام صحابہؓ کمرے میں بھر گئے تو مجبوراً ان رؤساء کو جوتیوں والی جگہ میں بیٹھنا پڑا۔ یہ ذلت ان کے لیے ناقابل برداشت ہوگئی۔ وہ اسی وقت اٹھے اور باہر آ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ دیکھا! آج ہمیں کیسا ذلیل کیا گیا ہے۔ یہ غلام جو ہماری خدمتیں کیا کرتے تھے ان کو تو اوپر بٹھایا گیا ہے مگر ہمیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا گیا ہے یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے ہم جوتیوں والی جگہ پر جا پہنچے اور سب لوگوں کی نگاہ میں ذلیل اور رسوا ہوئے۔ ایک شخص جو ان میں سے زیادہ سمجھدار تھا جب اس نے یہ باتیں سنیں تو کہا یہ ٹھیک ہے کہ ہماری رسوائی ہوئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کس کی کرتوتوں سے ہوا۔ ہمارے باپ بھائی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو مارا پیٹا کرتے تھے اس وقت یہ غلام آپؐ پر اپنی جانیں فدا کیا کرتے تھے۔ آج چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے اس لیے تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ ان کو ماننے والے کن لوگوں کو عزت دیں گے۔ آیا تم کو جو مارا کرتے تھے یا ان غلاموں کو جو اپنی جانیں اسلام کے لیے قربان کیا کرتے تھے۔ اگر انہی کو عزت ملنی چاہیے تو پھر تمہیں آج کے سلوک پر شکوہ کیوں پیدا ہوا؟ تمہارے اپنے باپ دادا کے اعمال کا یہ نتیجہ ہے کہ تمہارے ساتھ وہ سلوک نہیں ہو رہا جو غلاموں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں آ گئی۔ جب ایک عقلمند شخص نے یہ بات کہی تو کہنے لگے ہم حقیقت کو سمجھ گئے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس رسوائی کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں۔ بیشک ہمارے باپ دادا سے بڑا قصور ہوا ہے مگر آخر اس قصور کا کوئی علاج بھی ہونا چاہیے جس سے یہ ذلت کا داغ ہماری پیشانی سے دھل سکے۔ اس پر سب نے فیصلہ کیا کہ ہماری سمجھ میں تو کوئی بات نہیں آتی۔ چلو حضرت عمرؓ سے ہی پوچھیں کہ اس رسوائی کا کیا علاج ہے۔ جب وہ دوبارہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ اس وقت تک مجلس برخاست ہو چکی تھی اور صحابہ سب جا چکے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آج ہمیں اس مجلس میں آ کر جو دکھ پہنچا ہے اس کے متعلق ہم آپؓ سے مشورہ کرنے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا دیکھو برا نہ منانا۔ یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہمیشہ آگے بیٹھا کرتے تھے۔ اس لیے میں بھی مجبور تھا کہ انہیں آگے بٹھاتا۔ بیشک تمہیں میرے اس فعل سے تکلیف ہوئی ہوگی مگر میں مجبور تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی اس مجبوری کو سمجھتے ہیں۔ ہم صرف یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس ذلت کا کوئی علاج بھی ہے اور کیا کوئی پانی ایسا ہے جس سے یہ داغ دھویا جا سکے۔ حضرت عمرؓ جو اُن نوجوانوں کے باپ دادا کی شان و شوکت اور ان کے رعب اور دبدبے کو دیکھ چکے تھے جب انہوں نے ان نوجوانوں کی یہ بات سنی تو آپؓ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے کہ یہ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے کہاں سے کہاں آ گرے ہیں اور آپؓ پر رِقّت اس قدر غالب آئی کہ آپؓ ان کی بات کا جواب تک نہ دے سکے۔ صرف ہاتھ اٹھا کر شام کی طرف جہاں ان دنوں قیصر کی فوجوں سے لڑائی ہو رہی تھی اشارہ کر دیا۔ مطلب یہ تھا کہ اب ذلّت کا یہ داغ اسی طرح دھل سکتا ہے کہ اس لڑائی میں شامل ہو کر اپنی جان دے دو۔ چنانچہ وہ اسی وقت باہر نکلے اپنے اونٹوں پر سوار ہوئے اور شام کی طرف روانہ ہو گئے اور تاریخ بتاتی ہے کہ ان میں سے ایک شخص بھی زندہ واپس نہیں آیا۔ اس طرح انہوں نے اپنے خون کے ساتھ اس ذلت کے داغ کو مٹایا جو ان کی پیشانی پر اپنے باپ دادا کے افعال کی وجہ سے لگ گیا تھا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 09 صفحہ 290-289)

پس ایک تو یہ ہے کہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں تبھی مقام ملتا ہے اور اسلام کی یہ خوبصورت تعلیم ہے کہ جو قربانیاں کرنے والے ہیں، جو شروع سے ہی وفا دکھانے والے ہیں ان کا مقام بہرحال اونچا ہے چاہے وہ حبشی غلام ہو یا کسی نسل کا غلام ہو۔ اور یہ وہ مقام ہے جو اسلام نے حق پر رکھا ہے، جو اپنے میرٹ پر رکھا ہے اور ہر ایک کو ملتا ہے۔ یہ نہیں کہ کون امیر ہے کون غریب ہے۔ قربانیاں کرنے والے ہوں گے، وفا کرنے والے ہوں گے، اپنی جانیں نثار کرنے والے ہوں گے، ہر چیز قربان کرنے والے ہوں گے تو ان کو مقام ملے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت بلالؓ کا یہ ذکر ابھی جاری ہے۔ آئندہ بھی بیان ہو گا۔

جامعۃ المبشرین گھانا میں سیمینار بعنوان
'جن و بھوت کے تصور وجادو ٹوٹکے اور توہمات کے بارہ میں اسلامی تعلیمات' کا انعقاد

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے جامعۃ المبشرین کو ارشاد ہوا کہ جامعہ کے طلباء کو معاشرے میں موجود توہمات خاص کر جادو ٹونے، جنّ و بھوت وغیرہ کے بارہ میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے۔ اس ارشاد کی تعمیل میں مورخہ 29/اگست 2020ء بروز ہفتہ جامعۃ المبشرین کے ہال میں ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ تلاوت اور نظم کے بعد صدر مجلس مکرم ملک غلام احمد صاحب استاذ جامعۃ المبشرین نے طلباء سے سیمینار کے موضوع پر خطاب کیا۔

آپ نے قرآن، حدیث، سنتِ رسولِ مقبول ﷺ، اقتباسات حضرت اقدس علیہ السلام اور ارشادات خلفائے احمدیت کی روشنی میں تفصیلی لیکچر دیا جس میں اسلام کی روشنی میں جادو ٹونے اور اس قسم کے توہمات کی حقیقت بتائی۔

آپ نے اپنے فیلڈ کے تجربات بھی بتائے کہ مقامی لوگ اندھا دھند ان باتوں پر یقین رکھتے ہیں چنانچہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی روشنی میں معلمین نے بھی ان توہمات کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

طلباء نے بہت سے سوال بھی کیے جن کے جوابات لیکچرار نے دیے۔ اس پروگرام میں 50 طلباء شامل ہوئے۔

موضوع کی اہمیت کے باعث اس لیکچر کی ایک ایک کاپی آخری سال کے تمام طلباء کو دی گئی جو فیلڈ میں عنقریب جانے والے تھے۔ یہ مواد 10 صفحات پر مشتمل تھا۔

آخر پر مکرم رضوان کوثر صاحب انچارج مجلس ارشاد نے صدر مجلس مکرم ملک غلام احمد صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ مکرم صدر مجلس نے دعا کروائی جس سے اس سیمینار کا اختتام ہوا۔

(رپورٹ: فہیم احمد خادم (نمائندہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن))

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مجلس انصار اللہ اسکاٹ لینڈ کے ریجنل تربیتی فورم کا انعقاد

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے مورخہ 15 ستمبر 2020ء بروز منگل شام ساڑھے آٹھ بجے مجلس انصار اللہ اسکاٹ لینڈ کے ریجنل تربیتی فورم کا کامیاب انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کی کامیابی کیلئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز کی خدمت میں دعائیہ خط کے ساتھ تیاری شروع کی گئی اور سارے ریجن میں انصار بھائیوں سے زعیم حلقہ کے ذریعہ رابطہ کیا گیا۔ مکرم ومحترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب قائد تربیت انصار اللہ برطانیہ کے ساتھ ساتھ مکرم طاہر نسیم احمد صاحب ناظم اعلیٰ اسکاٹ لینڈ نے بھی رہنمائی اور مدد کی۔ پروگرام کا انعقاد سوشل میڈیا پر کیا گیا تھا اور موبائل ایپ، یوٹیوب اور فیس بک کے ذریعہ اس پروگرام کو لائیو دیکھا اور سنا گیا۔ یہ اس نوعیت کا پہلا پروگرام تھا جس کیلئے مکرم احسان احمد صاحب ریجنل امیر نے اپنی میڈیا ٹیم کے ذریعے بھرپور مدد کی اور تکنیکی معاونت کی وجہ سے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کیا گیا جس سے احباب کو بہت آسانی کے ساتھ گھروں میں رہ کر اس پروگرام کو سننے کا موقع ملا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو ڈاکٹر جمیل احمد سنوری صاحب نے کی اور نظم مکرم سیّد کامران حیدر صاحب نے پیش کی۔ افتتاحی کلمات از ناظم اعلیٰ کے بعد قائد صاحب تربیت نے مولانا مرزا نصیر احمد صاحب استاذ جامعہ احمدیہ برطانیہ سے درخواست کی کہ وہ اپنے عملی میدان میں پیش آنے والے کچھ واقعات سنائیں۔ مکرم مرزا صاحب نے اپنے برما اور افریقہ میں تعیناتی کے دوران پیش آنے والے ایمان افروز واقعات سنائے جس میں تائیدات الٰہیہ اور خلافت

سے وابستہ رہنے کی برکات کا ذکر تھا۔ اس کے بعد ایک دلچسپ سوال و جواب کی مجلس کا انعقاد کیا گیا جس میں نہ صرف اسکاٹ لینڈ بلکہ برطانیہ کے دوسرے ریجنز سے بھی احباب نے اردو اور انگریزی میں سوالات بھجوائے جس کے جواب دونوں معزز مربیان سلسلہ نے دیے۔ کچھ سوالات اس طرح تھے کہ شادی کرنا کیوں ضروری ہے اور اسلام اس بارے میں کیا حکم دیتا ہے؟ محمدی بیگم والی پیش گوئی کس طرح پوری ہوئی؟ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی زندگی کے بارے کافی تفصیل ملتی ہے مگر آنحضرت ﷺ کے دوسرے نواسے نواسیوں کی تفصیل کیوں نہیں ملتی؟ ہماری نوجوان نسل یہاں مغرب میں تعلیم حاصل کر رہی ہے تو ان کو یہاں کے عیسائی معاشرے کی بد رسوم اور عادات سے کیسے بچایا جائے؟ پروگرام کے اس حصہ میں سب احباب نے بہت دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور پورے پروگرام کو آخر تک دلجمعی سے سنا۔

آخر میں قائد صاحب تربیت نے مختصر خطاب کیا اور انصار بھائیوں کا شکریہ ادا کیا جو پورے برطانیہ سے 65 سے زائد اس آن لائن پروگرام میں شامل ہوئے اور فائدہ اُٹھایا۔ مکرم ومحترم داود احمد قریشی مشنری اسکاٹ لینڈ نے دُعا کروائی اور یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ بہت سے انصار بھائیوں نے بعد میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور پروگرام کی پسندیدگی کے متعلق مشورے دئے۔

(رپورٹ: ارشد محمود۔ گلاسگو۔ سکاٹ لینڈ)

رپورٹ عطیہ خون۔ آبوآسی زون۔ گھانا

کورونا وائرس کے ان خصوصی حالات میں دنیا بھر کے احمدی احباب اپنی بساط کے مطابق خدمت خلق کی توفیق پا رہے ہیں۔ گھانا کی جماعت 27 زونز پر مشتمل ہے۔ ایک زون کا نام آبوآسی زون ہے۔ اس زون میں مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت عطیہ خون کا پروگرام بنایا گیا۔ خدا کے فضل سے اس پروگرام کے تحت 22 خدام نے خون کا عطیہ دیا۔ انہوں نے یہ عطیہ احمدیہ مسلم ہسپتال کوکوفو، اشانٹی ریجن میں دیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خدام کی اس نیک سعی کو قبول فرمائے اور اس کے باثمر نتائج نکالے۔ آمین

(رپورٹ: فہیم احمد خادم (نمائندہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن))

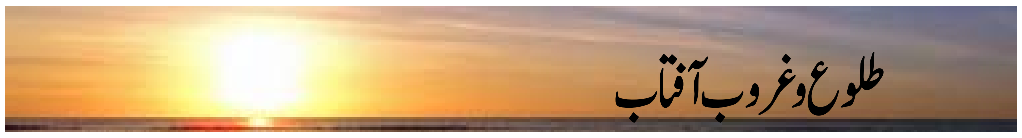

12/اکتوبر 2020ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:59	17:58
مدینہ منورہ	05:00	17:58
قادیان	05:09	18:00
ربوہ	04:49	17:39
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:53	18:16